© rasailojaraid.com

دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مآخذ قانون

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب *

لفظ مآخذ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ ماخذ کی جمع ہے جس کا مادہ اَخَذَ ہے اور اس کا باب نَصَرَ یَنْصُرُ ہے۔ یہ لفظ ثلاثی مجرد سے اسم ظرف ہے۔ لغوی طور پر اس سے مراد کسی چیز کے لینے کی جگہ ہے یعنی وہ مقام جہاں سے کوئی چیز لی جائے یا اصل جڑ منبع ہے(۱) جیسے کہا جاتا ہے کہ مدارس اور جامعات علم کا ماخذ ہیں یا طب کے میدان میں ''القانون لابن سینا'' علم طب کا ماخذ ہے یعنی ان مقامات سے یہ چیزیں حاصل کی جاتی ہیں۔(۲) لفظ قانون یونانی الاصل (Kainon) ہے۔ وہاں سے انگریزی میں آیا تو اس کے الفاظ میں کچھ تبدیلی ہوئی اور یہ (Canon) ہوا۔ جس سے مراد اصول و قواعد تھا (۳) ان الفاظ کے لیے ایک اور ملتا جلتا لفظ ''Law'' بھی ہے۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد قواعد و احکام کا وہ مجموعہ ہے جو سوسائٹی کی تنظیم کے لیے مملکت نافذ کرتی ہے۔ اس لفظ کو عربی زبان میں بھی استعمال کیا جانے لگا اور وہاں اس کا مادہ ''قَنَنَ'' بنایا گیا اور اس سے لفظ قانون جس کی جمع قوانین رواج پایا اور اس سے بھی لغوی طور پر مراد اصول و قواعد لیا جاتا ہے۔(۴) اردو میں بھی یہ لفظ عربی کے ذریعے داخل ہوا لیکن آج کل یہ لفظ انگریزی زبان کے لفظ LAW کے ترجمہ کے طور پر مروج ہے اور اس سے مراد مختلف اصول و قواعد لئے جاتے ہیں۔(۵) عربی میں اس کے استعمال کے بارے میں الماوردی لکھتے ہیں:

"لأنه مندوب لحفظ القوانين وا ستيفاء الحقوق "(۶)

کیوں کہ یہ عمل قوانین کی حفاظت کے لیے بہتر اور حقوق کو پورا کرنے کے لیے مناسب ہے۔ اس طرح امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "فلتكن القواعد الفاسدة التي جعلوها قوانين......ثم إن هذه القوانين فيها ماهو صحيح لاريب"۔(۷)...... پھر انہوں نے کچھ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاسد قواعد کو مدنظر رکھ کر قوانین بنا ڈالے...... لیکن ان قوانین میں۔ سے بھی بعض بالکل صحیح تھے اور ان میں کوئی شک نہ تھا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار علماء نے اپنی کتب میں لفظ قانون استعمال کیا ہے اور اس سے مراد قواعد وضوابط یا اصول وضوابط لیا ہے۔ (۸)

سابقہ بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے ماخذ یا مآخذ قانون سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے کوئی قواعد، ضوابط یا اصول جنہیں عمومی طور پر قانون کہا جاتا ہے، بنائے جاسکیں۔ اردو یا عربی زبان میں ماخذ کا مترادف مصدر جس کی جمع مصادر ہے، بھی مستعمل ہے جیسے الشہید عبدالقادر عودہ رقم طراز ہیں:

"و يعتبر الفقهاء عن المصادر التشريعية بانها الادلة تستمد منها الأ حكام ".(۹)

اور فقہاء مصادر شریعہ سے مراد وہ قواعد لیتے ہیں جن سے احکام حاصل کئے جاسکیں۔ گویا کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماخذ سے مراد ذرائع ہیں جن سے قانون اخذ کیا جاسکتا ہے یا وہ مقامات ہیں جہاں سے قانون دلائل کے ساتھ حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ (۱۰)

قبل ازیں کہ لفظ ماخذ قانون کی وضاحت کی جائے یہ امر واضح ہو جانا چاہیے کہ علوم اسلامیہ میں ماخذ قانون کی بحث علم اصول الفقہ میں ملتی ہے، لیکن اس علم کی سابقہ یا موجودہ دور میں تحریر شدہ کتب میں کہیں بھی لفظ مآخذ قانون یا مصادر قانون وغیرہ استعمال نہیں ہوا بلکہ تمام اصول فقہ کی کتب میں عمومی طور پر ایک اصطلاح "الادلة الشرعية" مستعمل ہے۔ (۱۱) بعض علماء اصول نے اس کی جگہ اصول الأ حکام، أدلة الشرعية لیتے ہیں۔ اس اصطلاح سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کی مدد سے احکام کو جانا جاسکے، ان تک رسائی ہو سکے اور علماء اصول کی یہ اصطلاح ہر لحاظ سے جامع اور مانع ہے۔ (۱۳)

اردو میں ماخذ قانون کی اصطلاح انگریزی زبان سے رائج ہوئی جو اصطلاح (Source of Law) کا بعینہ ترجمہ ہے۔ یہ لفظ علماء اصول کی اصطلاح "الأ دلة الشـــرعية " کی طرح جامع نہیں ہے لیکن اب یہ اصطلاح اس قدر رواج پا چکی ہے کہ اس کو اختیار کرنے میں ہی عام لوگوں کے لیے سہولت ہے۔ اس لیے اسلامی علوم کے تناظر میں اس کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگا کر اس کو اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماخذ قانون بنادیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد مکمل طور پر علماء اصول کی اصطلاح الادلۃ الشرعیۃ کا ترجمہ لیا جاتا ہے۔ جس طرح علماء اصول کے نزدیک اسلامی شریعت میں قانون کے لیے لفظ ''الفقہ الاسلامی'' بولا جاتا ہے لیکن اردو میں اب اس کے بجائے دوسری اصطلاح اسلامی قانون مروج ہو چکی ہے اور اسے عامی اور علماء دونوں نے قبول کیا ہوا ہے۔ اس لیے اسلامی شریعت کے ماہر ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے اپنی مشہور کتاب کا نام ''مجموعہ قوانین اسلام'' رکھا ہے۔ اسی طرح اردو میں الأدلة الشرعية کی جگہ اب لفظ اسلامی ماخذ قانون کو قبول عام حاصل ہو چکا ہے اور اس اصطلاح سے مراد بالکلیہ علماء اصول کے الأدلۃ الشرعیۃ ہی لیا جائے گا۔

ماخذ قانون سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے کوئی قانون بنایا جا سکے یا اسے عمومی طور پر اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں اچھائی اور بھلائی دونوں چیزیں رکھی ہیں جیسے ارشاد ہے:

(فالهمها فجورها وتقوٰها) (۱۴) پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔

''عن ميمون بن مهران قال :كان ابو بكرؓ الصديق اذا ورد عليه الخصوم نظر فى كتاب الله تعالىٰ فان وجد فيه ما يقضى به قضى به ، فان لم يجد فى كتاب الله نظر فى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فان وجد فيها مايقضى به ، قضى به ، فان اعيا ،ذلك جمع رؤساء الناس فا ستشارهم ،فاذا اجتمع رأيهم على شئى قضى به و كان عمر بن الخطاب يفعل ذلك''(۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میمون بن مہران روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب خلیفہ بنے اور ان کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا یا انہوں نے کسی مسئلہ کو حل کرنا ہوتا تو پہلے اس کا حل قرآن مجید میں تلاش کرتے اگر اس میں مل جاتا تو وہ مسئلہ یا مقدمہ اس کے مطابق حل کیا جاتا اور اگر قرآن مجید میں نہ ملتا تو سنت نبوی ﷺ میں ڈھونڈا جاتا۔ اگر اس میں میسر ہوتا تو آپ اس کے مطابق عمل فرماتے اور اگر ان دونوں میں اس کا حل نہ ملتا تو آپ اس دور کے صاحب فہم لوگوں کو بلا کر ان سے اس بارے میں مشورہ فرماتے اور جب تمام لوگ کسی ایک رائے پر متفق ہوتے تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ بھی اپنے دور خلافت میں اسی روش پر عمل پیرا رہے۔

اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیخینؓ کے نزدیک پہلا ماخذ قانون قرآن مجید، دوسرا سنت نبویؐ اور تیسرا شوریٰ تھا۔ بہر حال سابقہ بحث سے اصطلاح ماخذ قانون کسی حد تک واضح ہو گئی ہے۔

اصول فقہ کی کتب میں اسلامی قانون کے بے شمار مآخذ ملتے ہیں جن میں سے کچھ دور نبوی ﷺ میں موجود تھے بعض دور صحابہؓ میں معرض وجود میں آئے اور چند دور تابعین و تبع تابعین میں روشناس کرائے گئے۔(۱۶) ان میں سے بعض پر سب متفق ہیں بعض میں علماء اصول کے مابین اختلاف ہے لیکن زیر نظر مضمون میں ان تمام مآخذ سے قطع نظر صرف ان مآخذ کا بیان مطلوب ہے جو دور نبوی ﷺ میں موجود تھے۔ یعنی اگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوتا یا کوئی مسئلہ آپ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حل کرنے کے لیے لایا جاتا تو آپ اس کا فیصلہ کرتے ہوئے یا اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے کن اصول و قواعد یعنی مآخذ کو مدنظر رکھتے تھے نیز ان مآخذ کی تفصیل بھی علماء اصول کی کتب یا ان کے عقلی و نقلی دلائل سے ہٹ کر صرف سیرت النبی کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ۲ر عام الفیل ا۵۷ء میں عالم قدس سے دنیاء وجود میں تشریف لائے۔ آپ نے چالیس سال کی عمر میں پیغمبرانہ ذمہ داریوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ترپن سال کی عمر میں حکومت الٰہی کے واجبات اور احکام خداوندی پر مامور ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تقریباً ۱۱ھ میں وفات پائی۔(۱۷) گویا کہ آپ نے نبوت کے بعد تقریباً تیرہ سال مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور یہ زمانہ اساسی عقائد اور اسلامی معاشرہ کی ابتدائی تنظیم کا زمانہ تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال قیام کیا اور یہاں دینی جماعت نے ملی نظم قائم کیا۔ اجتماعی ہیئت قائم ہوئی، میدان جنگ گرم ہوا، معاہدے طے پائے، معاہدہ شکنوں کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی گئی اور اسلام کے اصولوں کے مطابق حکومت قائم ہوئی اور اسی آخری دس سالہ دور میں آپ نے مختلف مآخذ قانون سے امت کو آگاہ کیا، لہٰذا اس مقالہ میں دور نبوی ﷺ سے مراد یہ دس سالہ دور ہے جس میں آپ خداوند عرش کے قانونی نائب کی حیثیت سے حکومت کے امیر و آمر بھی تھے، فوج کے کمانڈر اعلیٰ بھی تھے، انصاف کی اعلیٰ قیادت کے حاکم بھی تھے اور اقتصادیات کے نگران بھی تھے۔(۱۸) لہٰذا اگر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے کچھ ایسے فیصلہ جات بھی پائے جائیں جو اس دور سے قبل یعنی مکی دور کے ہوں تو ان کی حیثیت اس دور کے برابر نہیں ہوگی کیوں کہ اس دور میں آپ حکومت کے امیر نہیں تھے اور قانون سے مراد قواعد کا وہ مجموعہ ہے جو سوسائٹی کی تنظیم کے لیے حکومت نافذ کرتی ہے اور یہ تعریف مقالہ کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمیق مطالعہ سے جو مآخذ ہمیں میسر آتے ہیں وہ گیارہ ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن	۲۔سنت	۳۔اجتہاد
۴۔اجماع	۵۔قیاس	۶۔شرائع ماقبل
۷۔قول صحابی	۸۔عرف (رواج)	۹۔استحسان
۱۰۔سد الذرائع	۱۱۔استصحاب۔	

اب ذیل میں مآخذ کی تفصیل سیرت النبی کی روشنی میں پیش کی جا رہی ہے۔

۱۔ قرآن

سیرت کی روشنی میں سب سے پہلا ماخذ قرآن مجید نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کی تعریف یہ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"كلام الله تعالى المنزل على محمد ﷺ بلسان عربي مبين تبيانا لما به صلاح الناس في دنياهم و آخراهم ."(۱۹)

اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو واضح عربی زبان میں محمد ﷺ پر اتارا گیا اور جس میں لوگوں کے دنیا و آخرت کی بھلائی واضح کی گئی۔

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے دور میں سب سے پہلے ماخذ قانون ہوتا تھا یعنی جب بھی آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یا آپ کے سامنے کوئی مقدمہ فیصلہ کے لئے لایا جاتا تو آپ فوراً اس کا حل قرآ مجید میں تلاش فرماتے یا وحی کا انتظار کرتے اور پھر وہ مسئلہ سابقہ قرآنی آیات یا نئی نازل شدہ وحی کے ذریعے حل فرما دیتے۔ سیرت النبیؐ تمام ان واقعات سے بھری پڑی ہے اور مزید یہ کہ آپ کا قرآن کو ماخذ قانون ماننا تواتر کی حد تک ثابت ہو چکا ہے اور جو خبر درجہ تواتر تک پہنچ جائے اس کو کسی واقعہ سے ثابت نہیں کیا جاتا کیوں کہ کسی نظریہ کو وقائع سے ثابت کرنا خبر واحد کی شان ہے نہ کہ خبر متواتر کی، لیکن مقالہ ہذا کے موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بارے میں دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

واقعہ افک

حضرت عائشہ پر مدینہ کی منافقین نے ۶ھ غزوہ مریسیع یا جس کا دوسرا نام غزوہ بنی مصطلق ہے (۲۰) سے واپسی پر حضرت صفوان کے ساتھ بعض امور میں ملوث ہونے کا الزام لگایا اور ان منافقین کے ساتھ بعض جلیل القدر صحابہ و صحابیات حضرت حسانؓ مسطحؓ اور حمنہؓ بنت جحش بھی شامل ہو گئیں اور انہوں نے مدینہ میں اس واقعہ کا خوب پرچار کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل کا یہ موقع نہیں بہر حال اس کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ بہت پریشان ہوئے۔ اس پریشانی کو نعیم صدیقی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "انسانیت کے محسن عظیم پر یہ گھڑیاں جس درجہ شاق گزری ہوں گی۔ ذاتی لحاظ سے بھی اور تحریک مفاد کے لحاظ سے بھی۔ ان کا کچھ اندازہ ہر شریف، حساس اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمہ دار آدمی کرسکتا ہے۔صبروسکوت سے بہت کام لیا
،لیکن اس نازک معاملہ کو موجودہ حالت میں معلق تو
نہیں چھوڑا جاسکتا تھا ادھر یا ادھر کوئی فیصلہ تو ناگزیر تھا
۔"(۲۱)

رسول اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کے حل کے لئے قرآن مجید میں غور کیا حتیٰ کہ یہ غوروخوض کا عرصہ چالیس دن تک جاری رہا لیکن موجودہ آیات میں ان کا حل نہ مل سکا تو اللہ تعالیٰ نے مزید وحی اتاری جو دس آیات پر محیط تھی۔(۲۲) اور آپ نے ان آیات کی روشنی میں یہ مسئلہ حل فرمایا اور وحی یہ تھی:

("ان الذین جاءُ ا بالافک عصبة منکم لا تحسبوه شراًلکم بل هو خیر لکم ......الآیة)(۲۳)

جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک تولہ ہیں اس واقعہ کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ان آیات کو مدنظر رکھ کر اس مسئلہ کو حل فرمایا۔حضرت عائشہؓ صدیقہ کی اس بہتان سے برأت فرمائی اور بہتان تراشوں کو اسی اسی کوڑے لگائے۔(۲۴) گویا کہ آپ نے اس مسئلہ میں ثابت کردیا کہ آپ کے نزدیک پہلا ماخذ قرآن مجید ہے۔

واقعہ ہلال بن امیہ

اس ضمن میں دوسرا واقعہ ایک جلیل القدر صحابی حضرت ہلال بن امیہؓ کا ہے۔آپ انصار میں سے تھے اور آپ ایک دن اپنے کام سے قبل از وقت فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو گھر داخل ہوتے ہی آپ نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد شریک بن سحماء کو ملوث پایا۔آپ فوراً باہر نکل آئے تاکہ دوسرے ساتھیوں کو بلا کر اسے پکڑوں مگر وہ شخص بھاگ نکلا اور آپ اس مسئلہ پر کسی کو گواہ بھی نہ بنا سکے۔ حضرت ہلالؓ بن امیہ نے چند اور ساتھیوں کے ساتھ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور اپنا مقدمہ پیش کیا اور استدعا کی کہ میری بیوی اور اس سے ملوث شخص شریک بن سحماء کو سزا دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے تو رسول اکرم ﷺ نے معاملہ سن کر فوراً قرآن کی آیات قذف کے مطابق فیصلہ فرما دیا اور وہ آیات یہ تھیں:

(والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو اباأر بعة شهداء..... الآیه)(۲۵)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اَسی کوڑے مارو۔

آپ نے فرمایا کہ "البینة والا فحد فی ظهرك" چار گواہ لاؤ ورنہ تمہیں اَسی کوڑے لگیں گے..... یہ فیصلہ فرما کر آپ نے انہیں مہلت دی تا کہ وہ گواہوں کا بندوبست کر سکیں۔(۲۶) مگر حضرت ہلالؓ کا تو اس واقعہ میں کوئی گواہ ہی نہ تھا لہٰذا وہ رونے لگ گئے کہ ظلم بھی میرے ساتھ ہوا اور کوڑے بھی مجھے لگیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے مطابق فیصلہ سنا دیا تھا۔ ابھی اس فیصلہ کو صادر کئے ہوئے کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ آپ پر نئی آیات نازل ہوئیں جنہیں آیات لعان کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم.....الآیة)(۲۷)

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں۔

آپ نے ان آیات کی روشنی میں سابق فیصلہ کو بدل دیا اور دونوں میاں بیوی کے درمیان لعان کرا کے اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔(۲۸)

ان دو واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نجی یا اجتماعی ہمہ قسم کے معاملات و مقدمات کو حل کرنے میں پہلا ماخذ قرآن مجید کو گردانتے تھے۔

۲۔ سنت

دور نبوی ﷺ میں دوسرا ماخذ قانون سنت تھا۔ سنت کے لغوی معنی طریقہ و عادت کے ہیں لیکن اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ما صدرعن النبی ﷺ غیر القرآن من قول أوفعل أوتقریر.''(۲۹)

رسول اکرم ﷺ سے قرآن کے علاوہ جو قول، فعل یا تقریر صادر ہو سنت کہلائے گی۔ اس تعریف سے بعض علماء اصول نے اختلاف کیا ہے مثلاً نجم الغنی صاحب کے نزدیک سنت دین کہ اس طریقہ کا نام ہے جسے پیغمبر ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا خود عمل کیا یا ان کے سامنے کچھ ہوا اور آپ نے اس کو درست رکھا اسی طرح صحابہ نے جو کچھ زبان سے کہا یا خود کیا یا مقرر رکھا۔ (۳۰) لیکن اس مقالہ کے تناظر میں سنت کی اس محدود تعریف کو ترجیح دی جا رہی ہے جو شوافع کے نزدیک ہے اور جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ یا مقدمہ میں آپ کو قرآن مجید میں کوئی حکم نہ ملتا اور انتظار کے باوجود وحی نہ اترتی تو آپ اپنی رائے سے اس مسئلہ کو حل فرماتے تھے البتہ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بعض اوقات آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کر کے اپنی رائے قائم کرتے تھے اور اکثر اوقات بغیر مشورہ کے اپنی رائے سے فیصلہ فرما دیتے تھے۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں کے معاملہ پر آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور چار صحابہ نے مختلف آراء دیں جن میں حضرت ابوبکر، حضرت ابن رواحہ کی علیحدہ علیحدہ آراء تھیں جب کہ حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ کی ایک ہی رائے تھی مگر آپ نے تمام اصحاب کی آراء سن کر اپنی رائے دی اور اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ (۳۱)

اسی طرح آپ نے خود بھی اپنی رائے یعنی سنت کے مطابق بھی فیصلہ فرمایا اور مزید آپ نے اپنے صحابہ کو خصوصی اور عوام الناس کو عمومی نصیحت کی کہ کسی مسئلہ یا مقدمہ کے پیش آنے پر تم میری سنت میں سے اس کا حل تلاش کرو مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو آپ نے انہیں بے شمار نصیحتیں کیں اور ان سے کچھ عہد و پیماں لئے، وصیتیں کچھ اس قسم کی تھیں کہ:

یسّر ولا تعسر، بشّر ولا تنفر. (۳۲)

لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا اور مشکلات پیدا نہ کرنا اور انہیں خوشخبریاں دینا اور ان کو اپنے سے متنفر نہ کرنا اور ان سے عہد و پیمان لیتے ہوئے آپ نے پوچھا کہ اے معاذ تم ایک علاقہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکمران بنا کر بھیجے جا رہے ہو وہاں پر تم مسائل کیسے حل کرو گے اور مقدمات کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ان تمام معاملات میں قرآن سے رہنمائی لوں گا۔ آپ نے دوبارہ پوچھا اگر تجھے بعض معاملات میں قرآن سے رہنمائی نہ مل سکے تو حضرت معاذ نے جواب کہ یارسول اللہؐ میں نو سال آپ کے ساتھ رہا ہوں تو آپ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ (۳۳)

رسول اکرم ﷺ حضرت معاذ بن جبل کے اس جواب سے خوش ہوئے اور آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا۔ (۳۴) لہٰذا اس مکالمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کو خصوصی طور پر بھی یہ حکم فرمایا کہ وہ آپ کی سنت کو ماخذ قانون سمجھیں اور اس کے مطابق مسائل حل کریں۔ مزید عوام الناس کو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے، یہ بات واضح کردی کہ تمام مسائل حل کرنے کے لئے دو بنیادی ماخذ ہیں ایک قرآن مجید اور دوسری میری سنت، جیسے ارشاد ہے:

"وقد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلو أبداً امراً بيناً، كتاب الله وسنة نبيه ."(۳۵)

میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اس پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو گے تو کبھی راہ راست سے نہ ہٹو گے اور وہ چیز واضح ہے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

ان واقعات وشواہد سے یہ بات تقریباً واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے اپنی رائے کو خود بھی نافذ قانون ٹھہرایا اور اپنے صحابہ اور عامۃ المسلمین کو قیامت تک کے لئے حکم دیا کہ وہ اس پر عمل کریں اور آپ کی یہی رائے بعد میں سنت یا حدیث کے نام سے موسوم ہوئی۔

۳۔ اجتہاد

دور نبوی ﷺ میں تیسرا ماخذ قانون اجتہاد سے تھا۔ اجتہاد کے لغوی معنی کسی معاملے میں مقدور بھر کوشش کرنا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کسی ایسے معاملہ میں جس کے بارے میں شرعی حکم معلوم نہ ہوا یا واضح نہ ہو، اس حکم کو اسلامی مآخذ قانون کے ذریعے معلوم کرنے یا واضح کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مقدور بھر کوشش کرنا۔(۳۶)اجتہاد بھی دور نبویؐ میں ماخذ قانون تھا اور آپ نے خود بھی بے شمار مواقع پر اجتہاد کیا لیکن آپ کا اجتہاد بھی اصطلاحی طور پر سنت شمار ہوگا جس کی بحث سابقہ سطور میں گزر چکی ہے لیکن آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی اجتہاد پر انگیخت کیا۔اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ کی موجودگی میں کوئی مسئلہ پیدا ہوتا یا کوئی مقدمہ پیش کیا جاتا اور وہاں پر صحابہ میں سے کچھ لوگ موجود تے تو آپ اپنے صحابہ سے عرض کرتے کہ یہ مسئلہ حل کرو اور جب وہ صحابہ فرماتے کہ یا رسول اللہ!(صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اس مسئلہ کا کوئی حل نہ تو قرآن مجید میں ملتا ہے اور نہ ہی آپ کی صحبت میں رہ کر ہمیں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے تو آپ انہیں اجتہاد کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیتے مثلاً

حضرت عمرو بن العاصؓ آپ کی محفل میں موجود تھے کہ دو فریق اپنا مقدمہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے عمرو بن العاص سے فرمایا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ معاملہ نیا ہے اور آپ کی موجودگی میں کیسے فیصلہ کرسکتا ہوں تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ پھر تم اجتہاد کرو اور اگر تمہارا فیصلہ صحیح ہوا تو تمہیں دوگناہ اجر ملے گا اور فیصلہ صحیح نہ ہوا تو ایک نیکی تو ضروری ملے گی، جیسے وارد ہے:

”قال رسول اللہ ﷺ احکم، فقال أجتهد وانت حاضر؟ قال نعم ان أصبت فلك أجران وإن أخطأت فلك أجر.“(۳۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمرو بن العاص اس مقدمہ کا فیصلہ کرو، انہوں نے فرمایا کہ میں کیسے اجتہاد کرسکتا ہوں جب کہ آپ موجود ہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا اجتہاد صحیح ہوا تو تجھے دو گناہ اجر ملے گا اور اگر غلط ہوا تو ایک اجر ملے گا۔

اسی طرح دو صحابی ایک مرتبہ دور نبویؐ میں سفر پر تشریف لے گئے راستہ میں نماز کا وقت ہوا تو ان کو پانی میسر نہ ہوا، دونوں نے تیمم کیا اور نماز ادا کرلی۔تھوڑی دیر کے بعد انہیں پانی مل گیا۔ دونوں صحابیوں نے اب اجتہاد کیا اور ایک صحابی نے وضو کے بعد نماز دوبارہ ادا کی اور دوسرے نے نہ لوٹائی۔واپسی پر آپ سے دونوں نے ماجرا بیان کیا، آپ نے دونوں کے اجتہاد کو سراہا اور جس نے نماز نہ لوٹائی اس سے کہا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اصبت السنة و أجزأتك صلاتك) (۳۸) تو نے سنت کے مطابق عمل کیا اور تیری نماز بالکل صحیح ہے۔ اور دوسرے سے کہا' (لك الأجر مرتين) (۳۹) تیرے لئے نماز لوٹانے پر دوہرا اجر ہے۔

کیوں کہ ان صحابہ کرام نے ایک ایسے معاملہ میں اپنی رائے استعمال کی تھی جس کے بارے میں قرآن اور سنت دونوں خاموش تھے اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے اجتہاد کو سراہا اور اصل مسئلہ کو بھی واضح کر دیا۔

اس سلسلہ میں بے شمار واقعات موجود ہیں مثلاً غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر مدینہ میں بعد نماز ظہر منادی ہوئی کہ تمام لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ آ کر پڑھیں، جیسے سیرت کی کتب میں ہے:

"من كان سامعاً مطيعاً فلا يصلين العصر إلا في بني قريظه" (۴۰)

ہر سننے والا اگر وہ رسول اکرم ﷺ کا مطیع ہے عصر کی نماز بنو قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے۔ اب تمام صحابہ اس مقام کی طرف چل پڑے بعض عصر کا وقت ختم ہونے سے پہلے وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے وہیں نماز ادا کی لیکن ایک گروہ ایسا بھی تھا کہ وہ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ نماز کا وقت تنگ ہونے لگا' تو اس گروہ نے اجتہاد کیا اور بعض نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور چند کی نماز قضا ہو گئی لیکن انہوں نے مغرب کی نماز کے ساتھ بنو قریظہ پہنچ کر نماز ادا کی۔ جب یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے دونوں کے اجتہاد کی منظوری دے دی۔ (۴۱)

اسی طرح بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعد بن معاذؓ کا فیصلہ (۴۲) اور عمرو بن العاصؓ جو غزوۂ ذات السلاسل میں لشکر کے امیر تھے کا سردی کی رات میں ٹھنڈک کے خوف سے وضو کے بغیر تیمّم کر کے جماعت کرا دینا (۴۳) وغیرہ بے شمار ایسے واقعات جن میں صحابہ کرام نے اپنے مسائل حل کرنے کے لیے اجتہاد کیا اور آپ نے اس کو سراہا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد بھی آپ کے دور کا اہم ماخذ قانون تھا۔

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ دور نبوی ﷺ میں آپ کے صحابہ کا کوئی اجتہاد اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ آپ اس کی توثیق نہ فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت علیؓ جب یمن کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی بن کر گئے تو ان کے ایک فیصلہ کو جوان کے اجتہاد پر مبنی تھا اہل یمن نے اس وقت تک نافذ نہ ہونے دیا جب تک کہ آپ نے اس کی توثیق نہ کر دی۔ (۴۴) لیکن یہ صورت حال آپ کے وصال کے بعد باقی نہیں رہے گی۔

۴- اجماع

دور نبوی ﷺ میں چوتھا ماخذ قانون اجماع ہے، اجماع سے لغوی طور پر مراد اتفاق اور عزم ہے لیکن اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"اتفاق المجتهدين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم في عصر من الصدور بعد وفاته على حكم شرعي ."(۴۵)

امت محمد ﷺ کے مجتہدین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں کسی شرعی مسئلہ پر اتفاق رائے ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔ بلاشبہ اجماع کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مجتہدین کا یہ اتفاق رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہی ہوگا، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا دور نبویؐ سے کس طرح تعلق ہو سکتا ہے؟

لیکن ہمیں یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ضروری نہیں کہ آپ کے دور میں ایک ماخذ قانون موجود ہو اور اس کے مطابق فیصلے بھی ہوئے ہوں بلکہ ہر وہ ماخذ جس کا آپ نے حکم دیا اور پھر اس کے مطابق فیصلہ آپ کے دور میں ہوئے یا آپ وفات کے بعد ہوئے، دور نبوی ﷺ کا ماخذ قانون کہلائے گا۔ ہاں ایسے مآخذ قانون جن کا آپ نے قطعی طور پر حکم نہ دیا ہو اور نہ اس کے مطابق فیصلہ کئے ہوں بلکہ بعد کے فقہاء نے عقلی مباحث کو مد نظر رکھ کر یا نظریہ ضرورت کے تحت ان کو روشناس کرایا ہو، دور نبوی ﷺ کے مآخذ قانون میں شمار نہیں ہوں گے۔

اجماع کا حکم رسول اکرم ﷺ نے خود دیا اور ایک موقع پر آپ سے حضرت علیؓ نے پوچھا کہ جب ہمارے پر کوئی اہم اجتماعی مسئلہ آن پڑے اور اس کی نظیر قرآن وسنت میں نہ ملے تو ہمیں کیا طریق کار اختیار کرنا چاہیے؟ تو آپ نے فرمایا۔

"اجمعوا له العالمين أو قال :العابدين من المومنين فاجعلوه شورى بينكم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولاتقضوا فیه برأی واحده "(۴۶)

تم اس مسئلہ پر مومن علماء کو اکٹھا کرو اور ان کے سامنے وہ مسئلہ پیش کر کے اس مسئلہ کو حل کیا کرو اور اس قسم کے مسائل میں اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ نہ کیا کرو۔ اس حدیث میں آپ نے واضح طور پر اجماع کا حکم دیا ہے کیونکہ علماء اصول نے اجتہاد کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

(۱) اجتہاد فردی (۲) اجتہاد اجتماعی (۴۷)

اور اجتہاد اجتماعی کو اجماع کا نام دیا گیا ہے جس کا رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا اور یہ حکم آپ کی زندگی میں اس لئے پورا نہ ہوسکتا تھا کہ اس وقت ہر معاملہ میں آپ کی توثیق حاصل کی جاسکتی تھی اور اگر آپ اسکی توثیق فرمادیتے تو وہ حل سنت ہوجاتا اور اگر اسے رد فرمادیتے تو ممنوع ہوجاتا تھا۔ لیکن آپ کے وصال کے بعد اب آپ سے توثیق کرانا عبث تھا اس لئے آپ کے دور میں ماخذ قانون کا یہ حکم آپ کے بعد پورا ہوا۔

۵- قیاس

دور نبویؐ کا پانچواں ماخذ قانون قیاس ہے لغت میں قیاس سے مراد دو چیزوں کے درمیان اندازہ کرنے اور کسی کے ساتھ برابر کرنا ہے۔ (۴۸) اصطلاح میں اس کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

"الحاق مالم یرد فیه النص علی حکمه بما ورد فیه نص علی حکمه فی الحکم لا شترا کهما فی علة الحکم ."(۴۹)

جس مسئلہ میں قرآن یا سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہو اس کو کسی دوسرے حکم کے ساتھ جو قرآن یا سنت میں موجود ہو علت میں مشترک ہونے کے سبب ملانے کو قیاس کہتے ہیں۔ قیاس پر بحث کرنے سے پہلے یہ امر واضح کردینا ضروری ہے کہ اجتہاد اور قیاس میں کیا فرق ہے۔ اجتہاد کسی ایسے مسئلہ میں بھی ہوسکتا ہے جس میں قرآن یا سنت میں کوئی حکم موجود نہیں اور اجتہاد میں اسلام کی عمومی تعلیمات اور ہدایات کو مدنظر رکھنا ہوگا لیکن قیاس میں ایک نئے مسئلہ کو قرآن یا سنت میں کسی بیان کردہ مسئلہ سے مشابہت کی بناء پر حل کیا جائے گا، جیسے آگے مثالوں سے واضح ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اجتہاد اور قیاس دونوں الفاظ میں مختلف مگر معانی میں متفق ہیں۔ (۵۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اکرم ﷺ نے بے شمار مسائل قیاس کی بنیاد پر حل فرمائے مثلاً حضرت عمرؓ نے روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے لینا، پھر انہیں احساس ہوا کہ یہ میں کیا کر بیٹھا! کیا اس سے روزہ کے درجات میں فرق تو نہیں پڑ جائے گا۔ آپ فوراً رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنی پریشانی ذکر فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أرأیت لو مضمضت بالماء ؟فقال لا باس قال ﷺ فیه ." (۵۱)

آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ اگر تو روزہ کی حالت میں کلی کر لے تو کیا روزہ میں کچھ کمی واقع ہو جائے گی تو اس پر حضرت عمرؓ نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا اسی طرح روزہ کے دوران بوسہ لینا ہے۔

آپ نے اس واقعہ میں بوسہ کو کلی پر قیاس کر کے مسئلہ کو حل فرمایا۔ اسی طرح ایک شخص جس کی ماں نے حج کی نذر مانی مگر وہ حج سے قبل فوت ہوگئی۔ اس نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میں ماں کی نذر پوری کروں! آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری ماں پر دنیا کا قرضہ ہوتا تو کیا تو ادا نہ کرتا ؟ اس کے مثبت جواب دینے پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو ادا کرنا اس سے زیادہ اہم ہے (۵۲)

اسی سے ملتا جلتا واقعہ اس اعرابی صحابی کا ہے کہ جس کا اپنا اور اس کی بیوی کا رنگ سفید تھا مگر جو بچہ پیدا ہوا وہ کالا تھا، تو اس صحابی نے بچہ کے نسب کا انکار کرنا چاہا مگر آپ نے اس کو سمجھاتے ہوئے پوچھا کہ کیا تیرے اونٹ ہیں؟ اس کے مثبت جواب دینے پر آپ نے کہا کہ ان کے رنگ کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ سرخ، آپ نے پوچا کیا ان میں کوئی کالا بھی ہے، اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے کہا اونٹوں کی نر اور مادہ تو سرخ ہیں، لیکن یہ کالا اونٹ کہاں سے پیدا ہوگیا تو اس پر اس اعرابی نے کہا کہ شاید اونٹوں کی کسی نسل میں کوئی کالے رنگ کا اونٹ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہی کچھ تیرے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ (۵۳)

ان ہر دو احادیث میں آپ نے حج کو دنیاوی قرضہ پر اور انسان کے بچہ کو اونٹ کے بچہ پر قیاس کر کے مسائل حل کر دیئے یہ اس طرح کے بے شمار واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مسائل یا مقدمات کا فیصلہ قیاس کے ذریعے سے بھی فرماتے تھے اس لیے قیاس بھی دور نبوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم مآخذ قانون میں سے ہے۔

۶۔ شرائع ماقبل

دور نبوی ﷺ میں چھٹا ماخذ قانون شرائع ماقبل یا شرع من قبلنا تھا (۵۴) اس سے مراد منزل من اللہ ہدایت کے تمام وہ راستے اور طریقہ ہیں جو دوسری امتوں کے پاس محفوظ موجود تھے اور رسول اکرمؐ نے ان پر عمل فرمایا تھا یا آپ کے سامنے اس پر عمل ہوا اور آپ نے اس کی توثیق کی ہو۔ (۵۵)

آپ نے خود بھی اس ماخذ قانون کے تحت فیصلہ فرمائے اور اگر کسی نے آپ کی موجودگی میں اس ماخذ کے تحت فیصلہ کیا تو آپ نے اس کو بھی سراہا۔ اس سلسلہ میں بھی بے شمار واقعات ہیں مگر دو واقعات پر ہی اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد میثاق مدینہ کے رو سے آپ مدینہ کے حکم اور عدلیہ کے سربراہ تھے۔ آپ کے آنے کے بعد یہودیوں میں سے ایک شادی شدہ مرد نے کسی منکوحہ یہودیہ سے زنا کی۔ معاملہ یہودیوں کے سرداروں کے سامنے پیش ہوا۔ یہ سارے اکابر یہودیوں کے مدرسہ بیت مدارس میں جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کے بعد ایک آدمی کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں دریافت کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ آپ اٹھ کر بیت مدارس میں تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ اپنے علماء کو پیش کرو۔ انہوں نے عبداللہ بن سوریا کو پیش کر دیا۔ آپ نے اس سے علیحدگی میں پوچھا کہ توریت میں زنا کی سزا کیا ہے تو اس نے جواب دیا رجم۔ پھر آپ نے مجلس عام میں اس سے توریت منگوائی اور کہا کہ میں توریت کے مطابق فیصلہ کروں گا اور ایک یہودی عالم نے متعلقہ مقام کی تلاوت کی۔ اس نسخہ میں آیت رجم موجود تھی لیکن اس ستم گر عالم نے اس خاص آیت پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے سے پڑھ ڈالا۔ اس حرکت پر حضرت عبداللہ بن سلام (مشہور یہودی عالم جو ایمان لے آئے تھے) نے لپک کر اس کا ہاتھ ہٹا دیا اور آپ کو دکھایا کہ اے پیغمبر اسلام ملاحظہ کیجئے کہ یہ ہے آیت رجم۔ حضور اکرم ﷺ نے مجرموں پر شریعت من قبلنا کے مطابق حد جاری کی اور پھر فرمایا کہ میں یہ پہلا شخص ہوں جو خدا کے حکم اور اس کی کتاب پر عمل پیرا ہونے کے مسلک کی تجدید کرتا ہوں۔ (۵۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قریظہ نے غزوہ خندق ۳ ہجری کے موقع پر مسلمانوں سے کھلم کھلا عہد شکنی کی اور دشمنوں سے گٹھ جوڑ بھی کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان اس جنگ میں کامیاب ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے غزوہ خندق کے خاتمہ کے بعد اللہ کے حکم سے بنو قریظہ کو عہد شکنی کی سزا دینے کے لیے ان پر لشکر کشی کر دی اور ان کے قلعہ کا پچیس یوم تک محاصرہ کئے رکھا۔ (۵۷) آخر ان لوگوں نے تنگ آ کر حضرت سعد بن معاذ کو فیصل مقرر کر لیا۔ حضرت سعد نے یہودیوں کی کتاب توریت کو سامنے کر فیصلہ کیا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال کو غنیمت شمار کیا جائے۔ اس فیصلہ کی رسول اکرم ﷺ نے تعریف ان الفاظ میں کی:

"لقد حکمت فیهم بحکم الله من فوق سبعة أرقعة." (۵۸)

تو نے اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے جسے ساتویں آسمان تک قبول کیا گیا ہے۔

ان دو واقعات سے یہ امر پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ آپ نے اپنے دور میں شرائع ماقبل بحیثیت ماخذ قانون خود بھی اختیار کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کی مدح سرائی بھی فرمائی۔

۷- قول صحابی

عمومی طور پر صحابی سے مراد وہ انسان ہے جس نے حالت ایمان میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی ہو اور حالت ایمان میں ہی فوت ہوا ہو۔ صحابہ کرام کے بھی مختلف درجات ہیں (۵۹) لیکن اس مضمون کے حوالہ سے اس صحابی کا قول ماخذ بن سکتا ہے جو کافی مدت آپ کے ساتھ رہا ہو جیسے عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں:

"من شاهد النبی ﷺ و آمن به مدة تکفی لا طلاق کلمة الصاحب عرفاً." (۶۰)

وہ انسان جس نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا ہو اور پھر ان پر ایمان لایا ہو مزید یہ کہ اتنی مدت تک آپ کی صحبت سے بہرہ ور رہا ہو کہ عرف عام میں بھی اسے ساتھی کہا جا سکے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہرحال اصول فقہ کی ان بحثوں سے بچتے ہوئے جب ہم سیرۃ النبی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکثر معاملات میں اپنے اصحاب سے انفرادی یا اجتماعی طور پر مشورہ فرماتے اور پھر اس مشورہ کے مطابق مسائل و مقدمات حل فرماتے، جیسے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

''ما رأیت أحداً اکثر مشورۃ لأصحابه من رسول الله ﷺ۔''(۶۱)

میں نے نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔

یہ حقیقت ملحوظ خاطر رہے کہ مشورہ ایک آدمی سے بھی ہو سکتا ہے اور ایک جماعت سے بھی۔ پھر بسا اوقات یہ صورت حال بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام آپ کو بغیر مشورہ طلب کئے بھی کسی حقیقت سے آگاہ فرماتے تو آپ ان کی بات مانتے اور اپنا فیصلہ بھی تبدیل فرما لیتے، شاید اسی وجہ سے آپ نے فرمایا تھا کہ:

''اِنّی فیما لم یوح الی کأحد کم''(۶۲)

وہ معاملات جن کے بارے میں میرے پاس خدا کی وحی نازل نہیں ہوتی ان میں میری انفرادی رائے تم لوگوں کی ایک رائے کے برابر ہے۔ اس سلسلہ میں جنگ بدر کا وہ واقعہ بہت مشہور ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے میدان بدر میں پہنچ کر ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تو ایک صحابی حضرت حباب بن المنذر نے عرض کی، یا رسول اللہ کیا یہاں ٹھہرنا اللہ کا حکم ہے یا آپ کی رائے ہے ؟ تو آپ نے جواب فرمایا کہ صرف میری رائے ہے تو حضرت حباب نے عرض کی اگر ہم او پر والے میدان میں پڑاؤ ڈالیں تو وہ جنگی چال کے لحاظ سے بہتر ہوگا، آپ نے فوراً ان کی رائے مان کر اپنا فیصلہ بدل لیا اور اس میدان کی طرف کوچ کا حکم دیا۔(۶۳)

قول صحابی کے سلسلہ میں لاتعداد واقعات ہیں لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے معاہدہ پر مہر لگائی اور صحابہ کو تین مرتبہ حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے جانور وہیں مقام حدیبیہ میں ذبح کریں تو تمام صحابہ حیران کن پریشانی کی وجہ سے جانور ذبح نہیں کر رہے تھے۔ آپ اپنے خیمہ میں واپس لوٹ آئے اور حضرت سلمہؓ سے مشورہ کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے! انہوں نے رائے دی کہ آپ اس موقع پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی سے مزید بات نہ کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جانور تو پہلے ذبح کریں۔ آپ نے اس مشورہ کو قبول کیا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ جس کے نتیجہ میں تمام صحابہ بھی اپنے اپنے جانور ذبح کرنے لگ گئے۔ (۶۴)

ان واقعات سے یہ بات کلی طور پر اخذ کی جاسکتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کے اقوال کو مدنظر رکھ کر مسائل حل کیے اور یہ اس دور کا اہم ماخذ قانون تھا۔

۸۔ عرف

عرف سے مراد "عادة جمهور قوم فی قول أو عمل" (۶۵)

کسی قوم کے اکثر لوگوں کی قولی یا عملی عادت کا نام عرف ہے۔ دور نبویؐ میں یہ بھی ایک ماخذ قانون تھا بلکہ ان ماٰخذ قوانین میں سے تھا جن کا رسول اکرم ﷺ نے برملا اظہار فرما دیا تھا۔ کتب سیرت میں وہ واقعہ اس ماٰخذ کی اہم دلیل ہے جس میں مسلیمہ کذاب نے رسول اکرم ﷺ کو ایک خط لکھا اور اس کو اپنے دو قاصدوں کے ہاتھ بھیجا اس خط میں اس نے لکھا کہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں اور آدھی زمین ہمارے لیے ہے اور باقی آدھی قریش کے لئے لیکن قریش ہمیشہ زیادتی پر آمادہ رہتے ہیں۔

آپ نے یہ خط سن کر قاصدین سے پوچھا کہ تمہاری اس خط کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو قاصدین نے اس خط سے مکمل اتفاق کیا، تو آپ نے فرمایا:

"اما واللہ لو لا أن الرسل لاتقتل لفربت اعنا قکما ." (۶۶)

اور خدا کی قسم اگر قاصدین کو قتل نہ کرنے کا رواج نہ ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کرا دیتا۔ آپ نے اس واقعہ میں اعلان کیا کہ میں عرف کو ماخذ قانون مان کر ان دونوں قاصدوں کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ ان کے جرم کی سزا قتل ہی تھی۔

انہی اصولوں پر آپ نے دور جاہلیت کے بے شمار رسوم و رواج کو اختیار کیا جیسے دیت کا عاقلہ پر فرض کیا جانا، شادی میں کفو ہونے کا تصور ولایت و وراثت میں عصبیت کا لحاظ اور بیع و شراء کی مختلف صورتیں مثلاً بیع صرف، بیع مسلم، مرابحہ تولید وغیرہ۔

اس مقام پر یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ آپ نے اس عرف کو ماخذ قانون مانا تھا جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریعت کی نصوص اوراس کے عمومی مقاصد کے خلاف نہ ہولیکن جب عرف نصوص شریعت سے متصادم ہوتو آپ نے اسے فوراً ترک کر دیا۔جیسے فتح مکہ کے بعد بنومخزوم کے سردار کی بیٹی نے حد یہ چوری کی اورآپ کے سامنے مقدمہ پیش ہواتو آپ نے قطع ید کی سزا سنادی۔اس پر سردارن قریش میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی کہ سردار کی بیٹی کے ہاتھ کٹ جائیں! حالاں کہ ان کے ہاں رواج یہ تھا کہ غریب کوتو سزا دی جاتی تھی مگر سردار ہمیشہ تمام سزاؤں سے محفوظ رہتے تھے۔سردارنِ قریش نے اسی رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک منصوبہ تیار کر کے حضرت اسامہ بن زید کو رسول اکرم ﷺ کے پاس سفارش کے لیے بھیجا، تو حضرت اسامہ کے سفارش کرنے پر آپ نے فرمایا:

"اتشفع فی حدٍ من حدود الله تعالیٰ والله تو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا ."(٦٧)

اے اسامہ تو اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدود میں سفارش کرتا ہے قسم ہے ذات باری تعالیٰ کی اگر میری بیٹی فاطمہ بھی اس قسم کی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹتا۔

اس طرح آپ نے یہ بات واضح کر دی کہ صرف عرف صحیح ماخذ قانون بن سکتا ہے اور عرف فاسد کو یہ مقام قطعاً حاصل نہیں ہوسکتا۔

٩- استحسان

استحسان کے لغوی معنی کسی شے کو اچھا اور مستحسن سمجھنا ہے۔(٦٨) لیکن اصطلاحی طور پر اس سے مراد کسی مسئلہ میں انسان کا ایسا فیصلہ کرنا جو ان فیصلوں کے خلاف ہو جو اس جیسے مسئلوں میں پہلے کئے جا چکے ہوں اور اس مخالفت کا بھی کوئی ایسا سبب موجود ہو جو سابقہ فیصلوں سے اس مسئلہ کے مختلف فیصلہ کرنے پر مجبور کرے۔(٦٩)

دراصل رسول اکرم ﷺ جو قانون بنی نوع انسان کے لئے لائے اس کی بنیادی خوبیاں نفع کا حصول، رفع حرج، دفع مشقت اور حصولِ آسانی تھیں۔انسانی ضرورتوں اور مصلحتوں کا دامن اس قدر وسیع اور متنوع ہے کہ ان کو مکمل طور پر کسی ایک یا چند قاعدوں میں سمیٹنا نہایت مشکل ہے۔اس لیے بسا اوقات سابقہ خوبیوں کو سمیٹتے ہوتے مجتہدین کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ایک واضح حکم اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلیل کو چھوڑ کر کسی غیر واضح دلیل کی بنا پہ مسئلہ کو حل کر دیتے ہیں تا کہ دین کی خوبیاں جو اس کی بنیاد میں وہ حاصل ہوتی رہیں اور لوگوں کو دین پر عمل کرتے ہوئے غیر فطری مشقت، تکلیف، رنج اور غم نہ ہو۔ اس لئے استحسان کی ایک تعریف یہ بھی ہے:

"الاستحسان ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس "(۷۰)

استحسان ظاہری قیاس، (شریعت کے مروجہ طریقہ) کو چھوڑ کر اس طریقہ کو اختیار کرنے کا نام جو لوگوں کی ضرورتوں کے زیادہ موافق ہو۔

گویا کہ شریعت اسلامی کے وہ احکام جو تمام لوگوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ اگر بعض دینی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان چند اشخاص کو مستثنیٰ قرار دیا جائے یعنی کسی خاص دلیل کی بناء پر اصل کلیہ سے کسی جزو کو مستثنیٰ قرار دینا استحسان ہے۔(۷۱)

دور نبوی ﷺ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ جس میں آپ نے بعض افراد کو اصل کلیہ سے مستثنیٰ قرار دیا مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے، رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرماتھے کہ ایک مسکین اور کمزور شخص جو مدینہ کے جوار میں رہتا تھا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں روزہ کی حالت میں ہمبستری کر بیٹھا ہوں اب کیا کروں؟ آپ نے اسے کہا کہ کیا تو غلام آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ کیا تو دو ماہ کے متواتر روزہ رکھ سکتا ہے؟ تو اس نے کہا یارسول اللہ! میں تو بہت کمزور شخص ہوں یہ ایک ماہ کے روزہ بھی میں مشکل سے برداشت کرتا ہوں۔ مزید دو ماہ کے کس طرح رکھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہؐ میں تو محض غریب ہوں میرے پاس تو اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے لیے بھی کھانے کو مشکل سے پورا ہوتا ہے۔ میں کہاں سے یہ کفارہ ادا کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ، اگر میرے پاس کچھ آتا ہے تو میں تمہیں دے دوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسی محفل میں ایک آدمی آپ کے پاس کافی ساری کھجور ہدیہ لے کر آیا آپ نے پوچھا کہ وہ کفارہ ادا کرنے والا کدھر ہے! وہ صحابی آ گئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ یہ کھجور لے جاؤ اور مدینہ کے مسکینوں میں بانٹ دو، تمہارے روزہ توڑنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ تو وہ صحابی کہنے لگے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں مجھے اپنے سے بڑھ کر کوئی مسکین نظر ہی نہیں آرہا تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے اور آپ نے فرمایا۔

"ثم قال اذهب فاطعمه اهلك" (۷۳)

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کھجوروں کو لے جاو اور اپنے اہل و عیال کو کھلا دو۔

اس طرح آپ نے اس مسئلہ کو کفارہ صوم کی کلی دلیل سے ایک شخص کو مستثنیٰ صرف اس وجہ سے قرار دیا کہ اس کلی حکم پر عمل اس کی مشقتوں میں غیر فطری اضافہ کا باعث بنتا جب کہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے ہوئے کچھ نصیحتیں کر کے دین کا عمومی مزاج اس طرح واضح کیا:

"أوصاة وعهداليه ثم قال يسر ولا تعسّر وبشر ولا تنفّر"(۷۴)

آپ نے انہیں چند وصیتیں کیں اور ان سے عہد و پیاں لئے اور پھر کہا کہ دین کے معاملے میں آسانی کے فیصلہ کرنا لوگوں کی مشکلات نہ بڑھانا اور لوگوں کو خوشخبریاں دے کر ساتھ ملانا نہ کہ انہیں اپنے سے متنفر کرنا۔ یوں آپ نے اپنے دور میں استحسان کو بھی ماخذ قانون بنایا اور اس کے مطابق لوگوں کے مسائل حل کیے۔

۱۰- سدالذرائع

ذرائع سے مراد وسیلہ ہے اور سدالذرائع سے مراد ان اسباب و وسائل کو روکنا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔(۷۵) مثلاً ایک شخص انگور اس شخص کو بیچے جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ اس سے شراب کشید کرتا ہے یا اپنی زمین اس شخص کو دے جو وہاں جواخانہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو ان اشخاص کو انگور اور زمین بیچنے سے روکنے کو سدالذرائع کہا جاتا ہے۔(۷۶)

دور نبوی ﷺ میں اس ماخذ قانون کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا اس لیے آپ نے مختلف مواقع پر سدالذرائع کے ذریعے بے شمار احکام نافذ کئے (۷۷) مثلاً آپ نے تنہائی میں کسی اجنبی عورت سے ملنے سے روک دیا تا کہ یہ خلوت کسی حرام فعل کے ارتکاب کا محرک نہ بنے (۷۸) اسی طرح آپ نے عدت کی حالت میں نکاح کرنے سے منع فرمایا، چاہے نکاح کرنے والے کا ارادہ عدت کے بعد صحبت کرنے کا ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ یہ نکاح دوران عدت صحبت کرنے کا باعث بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکتا ہے۔اس لیے اس سے روک دیا۔

اسی طرح عبد اللہ بن اللتبیہ کسی علاقہ میں عامل مقرر ہوئے اور وہاں سے محصول اکٹھا کر کے لائے اور واپس آکر جب جمع کرانے لگے تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ یہ مال آپ کا ہے اور اس کا یہ حصہ مجھے تحفہ دیا گیا، میرا ہے۔آپ نے اس صحابی کی بات سن کر غصہ کا اظہار فرمایا اور پھر منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"افلا جلس فی بیت امبیه أو أمه حتی تاتیة هدیته ان کان صادقا"(۷۹)

یہ شخص سچا ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ جائے تو میں دیکھوں گا کہ اسے کون ہدیہ دینے آتا ہے۔

آپ نے اس کا سارا سامان بھی بیت المال میں داخل کرا دیا اور آئندہ سے عمال کے تحفہ لینے پر سد الذرائع کے طور پر مکمل پابندی عائد کر دی اور اسی وجہ سے آپ نے فرمایا:

"دع ما یریبك الی مالا یریبك "(۸۰)

اس طریقہ کو چھوڑ دو جس میں شک کی گنجائش ہو اور وہ طریقہ اختیار کرو جس میں شک کا شائبہ نہ ہو۔گویا کہ آپ نے سد الذرائع کے ذریعہ سے بے شمار احکامات نافذ کئے اور اس کے مطابق فیصلہ بھی فرمائے اور ہدایات بھی دیں۔

۱۱- استصحاب

استصحاب لغت میں "طلب المصاحبة "یعنی مصاحبت کے جاری رہنے کو کہتے ہیں (۸۱) اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز جس حالت میں تھی اس کو اس وقت تک اسی طرح اپنی حالت میں باقی سمجھنا جب تک کوئی ایسا سبب موجود نہ ہو جو اس کو تبدیل کر دے۔(۸۲)

اگر کسی چیز کے بارے میں یہ پختہ یقین ہو کہ وہ ماضی میں موجود تھی اور اس کے بعد میں زائل ہونے میں تردد ہو تو اس بارے میں یہی سمجھا جائے گا کہ وہ باقی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے سے اس کے وجود کے چلے آنے پر یقین کامل ہے،اور اس کے عدم وجود پر انسان متردد ہے،لہذا اس قسم کے مسائل میں یقین کی حالت کو بحال رکھنا اور اس کے حق میں فیصلہ کرنا استصحاب کہلاتا ہے،جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ذریعے رسول اکرم ﷺ نے ان گنت مسائل حل کئے اور مقدمات کے فیصلہ بھی کئے مثلاً ایک صحابی آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ وضوئی حالت میں بعض اوقات مجھے شک گزرتا ہے کہ شاید میری ریح خارج ہوگئی اور وضوٹوٹ گیا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ:

"لا ینصرف حتی یسمع صوتاً اور یجد ریحاً"(۸۳)

تو اپنے وضو کو اس وقت تک ٹوٹا نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ تو ریح نکلنے کی آواز نہ سنے یا اس کی بدبو نہ سونگھے۔ یعنی کوئی شخص شک کی وجہ سے یقین کی کیفیت کو زائل نہیں کر سکتا بلکہ اسے چاہیے کہ یقین کو شک پر فوقیت دے۔ اسی طرح حضرت ابوسعید الخدریؓ نے آپ نے استفسار کیا، کہ یارسول اللہ ﷺ بسا اوقات نماز پڑھتے ہوئے نماز کی رکعتوں کے بارے میں تردد واقع ہو جاتا ہے یقین تو یہ ہوتا ہے کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں مگر شک یہ ہوتا ہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا:

"فلیطرح الشك ولیبن علی ما استیقن "(۸۴)

شک کو چھوڑ دو اور یقین پر عمل کرو۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے استصحاب کے ذریعے بھی مسائل حل فرمائے اور اس کو بھی آپ نے ایک ماخذ قانون شمار کیا۔

سابقہ بیان کردہ گیارہ مآخذ قانون وہ تھے جو ہمیں دور نبوی ﷺ میں ظاہر و باہر نظر آتے ہیں، لیکن بقیہ ماخذ قانون مثلاً استصلاح یا مصالح مرسلہ، استدلال، تعامل اہل البیت، تعامل صحابہ، فتاویٰ الصحابہ، تعامل اہل مدینہ، خیر القرون میں مسلمہ شخصیات کی آراء، آراء الفقہاء، ملکی قانون اور اس قسم کے بے شمار مآخذ دور نبوی ﷺ کے بعد صحابہ، تابعین یا علماء نے حالات یا نظریہ ضرورت کو مدنظر رکھ کر بنائے۔ اور انہیں بعد میں جمہور علماء امت نے مقام قبولیت عطا کیا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ دور نبوی ﷺ میں یہ موجود نہیں تھے۔

اب اس سلسلہ میں ایک اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ ہے کہ ان تمام مآخذ کے نام کیا دور نبوی ﷺ میں یہی تھے؟ تو یہ بات حقیقت ہے کہ ان کے نام اس دور میں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ تھے، بلکہ بعد کے علماء نے ان ماخذ کو ان ناموں سے موسوم کیا اور امت نے انہیں شرف قبولیت بخشا اور آج سے نہیں بلکہ سینکڑوں سالوں سے یہ نام مروج ہیں اور کسی کا ان پر اعتراض نہ کرنا ان اسماء پر صدیوں کے اجماع سکوتی کو واضح کرتی ہے۔

یہاں پر میں یہ بات واضح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ دور نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو بھی عمومی طور پر اس نام سے موسوم نہیں کیا جاتا تھا اور آپ کے قول مبارک کو بھی حدیث یا سنت نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ آج بھی اگر ہم عالم عرب میں جائیں تو وہ قرآن مجید کو ''مصحف'' کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قرآن مجید کو جمع کر کے اوراق پر لکھا گیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس کا کوئی نام مقرر کیجئے بعض نے السفر اور بعض نے المصحف کا مشورہ دیا۔ اول الذکر یہودیوں کے ہاں مروج تھا اس لئے رد کر دیا گیا، دوسرا حبشہ میں مروج تھا اس کو قبول کر لیا گیا۔ (۸۵)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے اقوال، افعال یا تقاریر کو دور نبوی ﷺ میں کبھی حدیث کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا، لیکن ہم نے آپ کے اقوال وغیرہ کو صرف حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت کی وجہ سے حدیث کا نام دیا جسے مسلم نے نقل کیا ہے کہ آپ نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ روز محشر آپ کی شفاعت کس کے حصہ میں آئے گی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہؓ مجھے معلوم تھا کہ اس حدیث کے بارے میں سب سے پہلے تو مجھ سے پوچھا گا۔ (۸۶) اب لاکھوں کی روایت کے مجموعہ کو صرف اسی ایک روایت کی وجہ سے محدثین کرام نے تین سو سال بعد حدیث کا نام دے دیا ہے۔ اسی طرح دور نبویؐ میں موجود ماخذ قانون کو بعد میں کوئی نام دینے سے ان کی حقانیت اور مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ مزید یہ کہ دور جدید میں علوم دینیہ، علم تفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ اور علم الکلام اور ان کی تمام اصطلاحیں مثلاً مفسر یا تفسیر بالروایہ، بالدرایہ، حدیث صحیح، حسن، متواتر، مشہور ضعیف اور محدث، فقیہ، کلامی وغیرہ دور نبوی ﷺ میں تو قطعاً موجود نہیں تھیں، اور یہ تمام اصطلاحیں مکمل شرح و بسط کے ساتھ خیر القرون کے بعد مروج ہوئیں لیکن آج اگر ان اصطلاحوں کو دین سے نکال دیں تو ہم دیکھیں کہ باقی دین میں بچتا کیا ہے

چند لوگوں کا یہ اعتراض کہ ماخذ قانون کے یہ اسماء دور نبوی ﷺ میں نہیں تھے کم علمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مبنی ہے اگر اسی اعتراض کو اصول فقہ کے ساتھ ساتھ تمام علوم دینیہ پر لاگو کر دیں تو پھر ہم ان تمام علوم سے تہی دامن ہو جائیں گے اور اس طرح فتنہ کا ایک ایسا دروازہ کھولیں گے کہ جس پر قیامت تک آنے والی نسلیں ہمیں معاف نہیں کریں گے۔ اس لیے علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو گوہر سے غرض ہے نہ صدف سے

ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ان طریقوں کو بنیاد بنا کر فیصلہ کئے ہیں یا مسائل حل کئے ہیں۔ اگر یہ امر سیرت کی کتب سے ثابت ہو جائے اور جو ثابت ہو چکا ہے تو ہمیں اس بات میں ذرا برابر بھی دلچسپی نہیں لینی چاہیے کہ ان کے یہ نام کس نے رکھے، اور کس دور میں رکھے گئے ہیں۔ (واللہ اعلم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ عبدالعزیز مولوی، لغات سعیدی، مطبع مجیدی، کان پور (بھارت) ۱۹۳۶ء بذیل مادہ ماخذ

۲۔ الرازی ابی بکر، مختار الصحاح، دار العلم بیروت (ت،ن) بذیل مادہ اخذ

۳۔ L.B.CERZON, A Dictionary of Law - Mcdonal and Evans P.45

۴۔ الرازی، مختار الصحاح، بذیل مادہ قنن

۵۔ عبدالعزیز مولوی، لغات سعیدی، بذیل مادہ قانون

۶۔ الماوردی ابوالحسن۔ الاحکام السلطانیہ

۷۔ ابن تیمیہ، مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ۔ الطبعہ الاولی ۵/۲۴۱

۸۔ ملاحظہ فرمائیں دکتور سمیر عبدالتناغو، النظریہ العامۃ للقانون، مکتبہ معارف، مصر (ت،ن) ۷

۹۔ الشہید عبدالقادر عودۃ، تشریع الجنائی الاسلامی، دارالکتاب العربی بیروت (ت،ن) ۱۶۴/۱

۱۰۔ محمد تقی امینی۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۳/۷۱

۱۱۔ علی حسب اللہ، اصول التشریع الاسلامی، ادارہ القرآن وعلوم اسلامیہ، کراچی ۱۹۷۸/۱۱

۱۲۔ دکتور عبدالکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقہ، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۶ء/۱۴۸ حوالہ

۱۳۔ حوالہ سابقہ/۱۴۸

۱۴۔ الشمس/۸

۱۵۔ محمد بن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسول، مکتبہ سلفیہ، لاہور ۱۹۷۹/ ۴۷۳، نیز ملاحظہ فرمائیں ابن القیم الجوزیہ۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ مطبعہ السعادۃ قاہرہ، ۱۹۵۵/۱:۵۱

۱۶۔ کیونکہ یہ تین ادوار خیر القرون ہیں ملاحظہ فرمائیں حدیث خیر القرون۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل الصحابہ النبی ﷺ حدیث نمبر ۳۴۵۰

۱۷۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ادارہ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۵۶ھ، ۲۱، ۳، ۲، ۲

۱۸۔ حامد الانصاری غازی۔ اسلام کا نظام حکومت۔ مکتبہ الحسن، لاہور (ت،ن) ۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۔ علی حسب اللہ۔اصول التشریع/۱۵

۲۰۔ محمد بن عبدالوہاب،مختصر سیرۃ الرسول/۲۶۶

۲۱۔ نعیم صدیقی محسن انسانیت،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور۱۹۶۰ء،۳۳

۲۲۔ محمد بن عبدالوہاب،مختصر سیرۃ،۲۷۲

۲۳۔ النور:۱۱

۲۴۔ ابن ہشام۔سیرۃ ابن ہشام،مطبعہ مصطفیٰ البابی،مصر۱۹۳۶ء،۳۴۵،۳،نیز ملاحظہ فرمائیں،ابن القیم الجوزیہ۔زاد المعاد،مطبعہ مصطفیٰ البابی الجلبلی قاہرہ،۱۹۵۰،۲/۱۱۴

۲۵۔ النور:۴

۲۶۔ ابو یعلی بحوالہ عزالدین بلیق۔منہاج الصالحین،دارلفکر بیروت ۱۹۷۸ء،۵۸۶

۲۷۔ النور:۶

۲۸۔ صحیح بخاری۔کتاب الطلاق،باب من اَجاز طلاق الثلاث

۲۹۔ الآمدی۔الاحکام فی اصول الاحکام۔مطبع المعارف،قاہرہ۱۳۳۴ھ،۱۔۲۴۱

۳۰۔ مزیل الغواشی شرح اردو اصول الشاشی،عبدالتواب اکیڈمی،ملتان۱۹۸۶ء،۲۸۹

۳۱۔ محمد بن عبدالوہاب،مختصر سیرۃ الرسول،/۲۱۷

۳۲۔ عبدالسلام ہارون،تہذیب سیرۃ ابن ہشام،دارالجوت العلیمہ،بیوت،۱۹۷۷ء،۳۱۹

۳۳۔ محمد بن عبدالوہاب۔مختصر سیرۃ الرسول،/۴۴

۳۴۔ حوالہ سابقہ/۴۴۱

۳۵۔ حوالہ سابقہ/۳۲۸ نیز ملاحظہ فرمائیں نعیم صدیقی محسن انسانیت۔۴۴۱

۳۶۔ علی حسب اللہ۔اصول التشریع،/نیز ملاحظہ فرمائیں۔ڈاکٹر محمد امین۔عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون۔ادارہ ترجمان القرآن،لاہور۔۱۹۸۹ء،۳۱

۳۷۔ مسند احمد بن حنبل،المکتب الاسلامی،بیروت(ت،ن)۳۵۵،۴

۳۸/۳۹۔ صغانی محمد ابن اسماعیل۔سبل السلام،مکتبہ مصطفیٰ البابی الحبلی،قاہرہ،۱۹۵۰ء،/۳۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۰۔ عبدالسلام ہارون، تہذیب سیرۃ ابن ہشام۔/۱۹۸

۴۱۔ حوالہ سابقہ۔۱۹۹

۴۲۔ ابن ہشام۔سیرۃ ابن ہشام، ۳۵۹/۳

۴۳۔ ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد، ۲/۲۲۱

۴۴۔ نعیم صدیقی محسن انسانیت،/۶۸۶، نیز ملاحظہ فرمائیں محمد رضا۔علی ابن ابی طالب، مکتبہ مطبع البابی الحلبی، القاہرہ (ت،ن) /۱۲

۴۵۔ آمدی، الاحکام، ۱/۳۳۶

۴۶۔ ابن قیم، الجوزیہ۔اعلام الموقعین، ۴/۷۱، ۷۱

۴۷۔ علی حسب اللہ، اصول التشریع/ ۹۴، ۹۳

۴۸۔ نجم الغنی، مزیل الغواشی/ ۳۷۴

۴۹۔ عبدالکریم زیدان۔الوجیز،/ ۱۹۴

۵۰۔ الشافعی الامام۔کتاب الرسالہ۔محمد سعید تاجران کتب، کراچی، ۱۹۶۸ء/ ۲۷۷

۵۱۔ امام مالک۔موطا امام مالک۔کتاب الصوم۔باب ماجاء فی التشدید فی القبلہ للصائم، نیز ملاحظہ فرمائیں علی حسب اللہ، اصول التشریع/ ۱۵

۵۲۔ صحیح بخاری بحوالہ منہاج الصالحین۔عزالدین بلیق۔/۱۹۰

۵۳۔ ابن حجر عسقلانی۔بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔مکتبہ دارالسلام، ریاض ۱۹۹۲، ۳۳۱

۵۴۔ عبدالکریم زیدان، الوجیز،/ ۲۶۳

۵۵۔ تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر،/ ۶۵۵

۵۶۔ ابن ہشام۔سیرۃ ابن ہشام ۲/۹۳ نیز ملاحظہ فرمائیں، ابن قیم جوزیہ، زاد المعاد ۳/۲۰۷ صحیح مسلم کتاب الحدود۔باب رجم الیہود اہل الذمۃ فی الزنا۔

۵۷۔ عبدالسلام ہارون۔تہذیب سیرۃ ابن ہشام/۱۹۹

۵۸۔ حوالہ سابقہ/ ۲۰۲ نیز ملاحظہ فرمائیں نعیم صدیقی محسن انسانیت،/ ۴۴۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۹۔ درجات کے لحاظ سے صحابہ میں خلفاء راشدین بحسب ترتیب زمانی افضل ہیں پھر عشرہ مبشرہ ان کے بعد اصحاب بدر کا مقام ہے، ان کے بعد اہل بیعت رضوان کا درجہ اور سیرت نگاروں کے نزدیک السابقون الأولون سے مراد وہ اصحاب ہیں جنھوں نے رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی تھی۔

۶۰۔ عبدالکریم زیدان۔ الوجیز /۲۶۱

۶۱۔ جامع ترمذی۔ ابواب الصحابہ، باب ماجاء فی المشاورۃ

۶۲۔ الہیثمی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۹،۱۴۶۔ کتاب المناقب المکتبہ القدسی، قاھرہ ۱۳۵۲ھ

۶۳۔ ابن کثیر عمادالدین البدایۃ والنہایۃ، مطبعہ العادہ، مصر (ت،ن) ۳،۲۶۷ نیز ملاخطہ فرمائیں عبدالسلام ہارون، تہذیب سیرۃ ابن ہشام، ۱۴۳

۶۴۔ محمد بن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسول، ۳۰۴

۶۵۔ تقی امینی۔ فقہ اسلامی کا ارتقائی پس منظر، ۲۷۲

۶۶۔ عبداسلام ہارون، تہذیب سیرۃ ابن ہشام/ ۳۲۵

۶۷۔ صحیح بخاری۔ کتاب الحدود بحوالہ ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام۔ ۲۷۴ نیز ملاخطہ فرمائیں محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ۳۴۹

۶۸۔ تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ۲۱۴

۶۹۔ احمد حسن ڈاکٹر، جامع الاصول، مکتبہ مجتبائی، لاہور ۱۹۸۶ء، ۳۶۵

۷۰۔ السرخسی شمس الائمہ المبسوط۔ دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۸۰ء، ۱،۱۴۵

۷۱۔ احمد حسن ڈاکٹر۔ جامع الاصول ۳۶۶

۷۲۔ ملاخطہ فرمائیں، فواد عبدالباقی۔ اللولو والمرجان۔ مطبعہ العصریہ، کویت، ۱۹۷۷، ۲۴۸، ۱ اس میں لفظ الآخر استعمال ہوا ہے جس سے مراد صاحب کتاب نے الآبعد یا الأرذل لیا ہے۔

۷۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الجامع فی رمضان ھل یطعم من الکفارۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۴۔ عبدالسلام ہارون، تہذیب سیرۃ ابن ہشام، ۳۱۹

۷۵۔ احمد حسن ڈاکٹر۔ جامع الاصول، ۳۸۵

۷۶۔ عبدالکریم زیدان۔ ابوجیز، ۲۴۵

۷۷۔ ابن قیم۔ جوزیہ۔ اعلام الموقعین۔ ۲۰، ۱۱، ۳

۷۸۔ ابن حجر عسقلانی۔ بلوغ المرام، ۳۳۶

۷۹۔ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنزور۔ باب کیف کانت یمین النبی ﷺ

۸۰۔ جامع ترمذی، بحوالہ عزلدین بلیق، منہاج الصالحین، ۲۴۳

۸۱۔ علی حسب اللہ۔ اصول التشریع، ۱۶۸

۸۲۔ ابن قیم جوزیہ۔ اعلام الموقعین، ۲۹۴، ۱

۸۳۔ ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام، ۳۰

۸۴۔ حوالہ سابقہ، ۹۹

۸۵۔ سیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مطبعہ حجازی، قاہرہ، ۱۳۶۰ھ/۱، ۸۹

۸۶۔ صحیح مسلم، مقدمہ، ص ۳۷

****

© rasailojaraid.com